افادات حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی مدظلہ

مرتبہ : جناب پروفیسر محمد شفیع صاحب صابر
ایڈورڈ کالج پشاور

قرآن کریم

انقلاب آفریں دستورِ حیات

جشنِ نزولِ قرآن کی تقریب میں پشاور میں حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی مدظلہ نے یہ خطاب فرمایا۔ (ادارہ)

★

(خطبۂ مسنونہ کے بعد) جشنِ نزولِ قرآنِ حکیم کے اس عظیم اور مبارک اجتماع کے انعقاد پر اہلِ پشاور مبارک کے مستحق ہیں، جیساکہ بتایا جا چکا ہے۔ اس اجلاس کا مقصد قرآن کریم کے نزول کی چودہ صد سالہ یادگار منانا ہے۔ نہ صرف پشاور بلکہ دنیا بھر کے اکثر اسلامی ملکوں میں ہر جگہ اس قسم کے اجتماعات ہو رہے ہیں۔ اس سے قبل پورے ماہِ رمضان میں، تراویح میں اور بالخصوص ستائیسویں شب کو بھی قرآنِ حکیم کے نزول کی سالانہ یادگار منائی جاتی ہے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمانی صحیفے اور کتابیں سب کی سب رمضان ہی میں نازل ہوئیں۔ علماء نے لکھا ہے۔ رمضان کی پہلی تاریخ کو حق تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام پر صحیفے نازل کئے۔ اسی طرح تورات، انجیل، زبور اور قرآن کریم بھی چھ چھ دن کے وقفے سے رمضان ہی میں نازل ہوئے۔

رمضان کی چھ تاریخ کو حضرت موسیٰ پر توریت نازل ہوئی۔ ۱۲ر کو حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور اتری۔ ۱۸ر تاریخ کو انجیل اور ۲۴ر رمضان کو قرآن کریم نازل ہوا —— قرآن کریم دنیا کی تمام آسمانی کتابوں کا نچوڑ، جامع اور خلاصہ ہے۔ بڑے لوگوں کی باتیں بھی بڑی ہوتی ہیں، چنانچہ امام رازیؒ کا کہنا ہے کہ سب کتابوں کا خلاصہ قرآن ہے۔ اور قرآن کا خلاصہ سورۃ فاتحہ ہے۔ گویا یہ چھوٹی سی سورت تمام آسمانی کتابوں کا خلاصہ ٹھہری۔ پھر "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" جو اس سورۂ مبارکہ کے آغاز میں ہے، وہ سورۃ فاتحہ کا خلاصہ ہے۔ گویا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" خلاصہ ہے تمام آسمانی کتابوں اور صحیفوں کا اور بسم اللہ کا خلاصہ "ب" ہے جس سے بسم اللہ شروع ہوتی ہے۔ "ب" کے معنی کسی چیز

کو ملا دینا یا ٹوٹی ہوئی چیز کو جوڑ دینا ہے ، دنیا کی جتنی آسمانی کتابیں انسانوں کی ہدایت کے لئے آئی ہیں اُن سب کا مقصد بچھڑے ہوئے انسانوں کو خدا سے ملا دینا ہے ۔ سب کتابوں کا مقصد یہی ہے کہ انسان خدا کی طرف متوجہ ہو جائے ، ہر سال نزولِ قرآن پاک کا جشن شب قدر کی صورت میں یا عید الفطر کی صورت میں منایا جاتا ہے ۔ اس کا مقصد اور فائدہ یہی ہے کہ مسلمان قرآنِ حکیم کو سمجھیں ، اس کی بتائی ہوئی راہ پر چلیں اور اپنے اللہ کی رضا کو پائیں ۔

فتنوں کا علاج | حالات سے ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ دنیا بھر کے مسلمان ان دنوں پریشانیوں میں مبتلا ہیں حدیث میں آتا ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا ، جب مسلمانوں کو طرح طرح کے فتنوں اور آزمائشوں کا سامنا ہوگا ، صحابہ کرام نے پوچھا " ان فتنوں سے بچنے کی کیا صورت ہوگی ۔؟ فرمایا : " وہ اللہ کی کتاب (قرآنِ حکیم) ہی کے ذریعہ بچ سکتے ہیں " نزولِ قرآن کے چودہ صد سالہ جشن کی تقریب خاص طور پر اسی لئے منائی جا رہی ہے کہ مسلمان کو قرآن کریم کی طرف متوجہ کیا جائے ، وہ دونوں ہاتھوں سے اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑ لے ، اور اسی پر کاربند ہو کر دینی اور دنیوی ترقی کرے ۔۔۔ آج کی یہ تقریب دو نشستوں میں منقسم ہے ، پہلی محفل حسن قرأت کی تھی ۔ قرأت ہی کو لیجئے تو ثابت ہوتا ہے ۔ کہ دنیا کی کوئی کتاب اتنے اچھے لحن سے نہیں پڑھی جا سکتی جتنی قرآن کریم ۔۔۔ دوسری نشست کا مقصد یہ ہے ۔ کہ قرآنِ کریم کے بارے میں بیان کیا جائے کہ قرآن کیا ہے ۔؟ ہم قرآن سے کس طرح استفادہ کر سکتے ہیں ۔؟ اور چودہ سو سال میں اس سے کیسے کیسے نتائج برآمد ہوئے ؟ جیسا کہ آپ جانتے ہیں ، اللہ پاک نے اپنے نبیوں پر وحی کا سلسلہ ہزاروں سال پہلے شروع کیا ۔ لیکن چودہ سو سال ہوئے قرآن حکیم کے نازل ہونے کے بعد یہ سلسلہ تکمیل کو پہنچ گیا ۔ گویا قرآن انسانی ہدایت اور نجات کے لئے آخری آسمانی کتاب ہے ۔۔۔

وحی کی ضرورت | سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر وحی کی ضرورت کیا ہے ۔ ؟ کیا ترقی کے اس دور میں ایک انسان اپنی عقل کے ذریعے اپنی زندگی کی راہیں متعین نہیں کر سکتا ۔؟ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ، اُسے عمدہ انداز سے پیدا کیا ، آنکھیں ، کان ، ہاتھ وغیرہ (حواسِ خمسہ) دئے اُسے احساس کی قوت عطا فرمائی ۔ تمام احساسات حافظہ کے اندر ریکارڈ ہو جاتے ہیں ۔ جو چیز بھی دیکھی ، سنی ، چکھی یا سونگھی ہو اُس کی لذت اور شکل و صورت حافظے میں محفوظ رہتی ہے ، اسی کو عقل کہا جاتا ہے ۔۔۔ گویا جب عقل ملی تو انسان نے اپنے لئے بہت سے منصوبے اور راستے تلاش کر لئے ۔ لیکن یاد رکھئے انسان اپنی عقل سے سب کچھ کر سکتا ہے لیکن اپنے پیدا کرنے والے کی

حقیقت کو معلوم نہیں کر سکتا، اسکی مثال ایسی ہی ہے جیسے یہ جلسہ گاہ اور پنڈال بجلی کے ہزاروں قمقموں سے بقعۂ نور بنے ہوئے ہیں۔ روشنی کا یہ سارا انتظام انسان نے اپنی عقل ہی کے ذریعے کیا لیکن اس کے اپنے دل کی کوٹھڑی تاریک کی تاریک ہی رہی۔ انسان کی پیدا کردہ ساری روشنی بھی دل کو ضیاء بخشنے سے قاصر رہی، اس لئے کہ دل کو روشن کرنے کا سامان خدا ہی کے پاس ہوتا ہے۔ عقل محض کے ذریعہ خدائی مرضی اور منشاء معلوم کرنا تو ایک طرف رہا، ایک انسان دوسرے انسان کا منشاء اور مدعا بھی معلوم نہیں کر سکتا

علی حزیں ایک مشہور شاعر ہوئے ہیں، اُن کا ایک ملازم تھا رمضانی، بڑا مزاج دان اور رمز شناس آقا نے ایک بار پوچھا۔ ؎

امشب چہ قدر رسیدہ باشد

نوکر نے فی البدیہہ جواب دیا۔ ؎

زلفش بکمر رسیدہ باشد

یہ تھا مزاج آشنا نوکر۔ مالک کا نبض شناس۔ ایک بار وہ کہیں ادھر اُدھر تھا اور دوسرا نوکر علی حزیں کے پاس حاضری دے رہا تھا۔ علی حزیں اس وقت اپنے دوستوں کے ساتھ شطرنج کی بازی میں مصروف تھا، کھانے کا وقت ہو چلا تھا، علی حزیں نے اچانک نوکر کی طرف بڑی ترش رُوئی کے ساتھ دیکھا، نوکر گھبرا گیا، کچھ بھی نہ سمجھ سکا۔ تھوڑی دیر کے بعد مالک نے اُسے پھر ترش رُوئی کے ساتھ دیکھا۔ وہ پھر بھی کچھ نہ سمجھا۔ البتہ بھاگم بھاگ رمضانی کے پاس پہنچا اور اس سے اس بات کا تذکرہ کیا۔ وہ کہنے لگا آسان بات ہے تُرش رُوئی سے دیکھنے کا مقصد یہ تھا کہ تو فوراً باغ سے لیموں توڑ لائے۔ ایسے اشاروں کو صرف نبض شناس اور مزاج دان لوگ ہی سمجھا کرتے ہیں، جب ایک انسان عقل کے ذریعے دوسرے انسان کا مقصد نہیں سمجھ سکتا تو پیدائشِ کائنات کی غرض وغایت اور تخلیقِ انسان کا مقصد کیسے سمجھ سکتا ہے، انہی باتوں کو سمجھانے کے لئے حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر صحیفوں کے نزول کا سلسلہ شروع کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کتابیں نازل کیں اور بالآخر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن حکیم دے کر مبعوث فرمایا۔ قرآن پاک نے تمام آسمانی کتابوں کی تکمیل کردی۔

<u>قرآن پاک کی تکمیلی حیثیت</u>: یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ جوں جوں انسانیت ترقی کرتی گئی اسی کے مطابق کتابوں اور صحیفوں کی تعلیمات میں بھی ترقی ہوتی گئی۔ حضرت آدم علیہ السلام پر جو صحیفے

نازل ہوئے ان میں لکڑی اور لوہے کے استعمال کے بارے میں ہدایتیں دی گئی ہیں، آج کالج کے لڑکے جو صحیفے پڑھیں تو بے ساختہ کہہ اٹھیں کہ اس سے زیادہ تو ہمارا پروفیسر اور لیکچرار بھی جانتا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ـــ یہ بات ملحوظ خاطر رہنی چاہئے کہ اس وقت انسانیت پر طفلی کا عالم تھا، اس لئے اُسے ابتدائی قاعدے کی ضرورت تھی، پھر جب انسانیت کے شعور میں کچھ اضافہ ہوا تو اُسے پرائمری کی کتابیں دی گئیں لیکن جب انسانیت اپنے عالم شباب یا نقطہ عروج کو پہنچ گئی تو آسمانی کتاب بھی وہ بھیجی گئی جس نے دنیا کے تمام مذاہب کی تکمیل کردی، اس کے بعد کسی کتاب کی ضرورت باقی نہ رہی۔ چنانچہ قرآن حکیم کا معیارِ کمال یہی ہے کہ اس کی بنیادی حقیقتوں میں چودہ سو سال کے بعد بھی سرِ مو فرق نہیں آنے پایا، چودہ سو سال پہلے اگر قرآن کریم نے یہ دعوٰے کیا تھا کہ فقط اللہ ہی کو یہ علم ہے کہ شکمِ مادر میں کیا ہے۔ تو آج سائنس کی چودہ سو سالہ ترقیات کے باوجود یہ معلوم نہیں کیا جا سکا کہ ارحام میں بچہ ہے یا بچی۔ ایکس رے اور طرح طرح کی مشینیں نکل آئی ہیں جن کی مدد سے یہ بتایا جا سکتا ہے کہ ہڈی کو کہاں ضرب آئی ہے۔ پھیپھڑے میں کیا نقص ہے، گردے میں پتھری ہے یا نہیں؟ لیکن کوئی ایسی مشین ایجاد نہ ہو سکی جو شکم مادر میں بچے کے متعلق کچھ بتا سکے ــ قرآن حکیم کی اس آیت کی صداقت بدستور ہے۔ اس لئے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ جو لازوال ہے اور ناقابلِ تبدیلی بقول شاعر کہ ـــ

صدیوں فلاسفی کی چناں و چنیں رہی　　لیکن خدا کی بات جہاں تھی وہیں رہی

ڈاکٹروں سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ شکم مادر میں بچے کی نشست کا انداز ہی کچھ ایسا ہوتا ہے کہ ایکس رے کی کوئی مشین یہ نہیں بتا سکتی کہ پیدا ہونے والا بچہ ہے یا بچی ـــ اس طرح سے اور حقائق بھی ہیں، اگر بچے کا خون باپ کے خون سے ملایا جائے، تب بھی کچھ پتہ نہیں چلتا، اس لئے کہ ہو سکتا ہے پاکستان کے ایک باشندے کا خون افریقہ کے ایک باشندے کے خون سے ملتا جلتا ہو، نہ ہی شکل و شباہت تو بچہ کبھی اپنے ماموں پر ہوتا ہے، کبھی نانا پر، کبھی چچا پر، کبھی کسی اور رشتہ دار پر ـــ ڈاکٹروں کے محض تخمینے ہی تخمینے ہیں، ویسے ہی جیسے تخمینے محکمہ موسمیات بتایا کرتا ہے، یہ بجا ہے کہ ہوا کے رخ، اس کے درجہ نمی وغیرہ سے موسم کا حال بتایا جا سکتا ہے لیکن کیا معلوم کہ اللہ ہوا کا رخ ہی بدل دے اور گرج چمک کی بجائے گرم لو چلنے لگے۔

قرآن کریم اخلاق و آداب کا جامع ہے | ہمیں اللہ پاک کا شکر گذار ہونا چاہئے کہ اللہ نے ہمیں وہ کتاب دی جس میں تمام مضامین کو بیان کر دیا گیا۔ اور وہ مضامین بھی ایسے ہیں، جنہیں دنیا

کے سارے فلسفی بھی مل کر جھٹلا نہیں سکتے ، قوانین کو لیا جائے تو تمام بنیادی قوانین قرآن حکیم میں موجود ہیں ، اخلاقی مسائل کو لیا جائے تو تعلیم اخلاق کا سب سے بڑا سرچشمہ قرآن کریم ہے اور اس قرآنی اخلاق کی حامل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی امت ہے ۔۔۔ آج جو لوگ اخلاق کی تعلیم دینے کے دعویدار ہیں ، وہ خود اخلاق کے معنی سے بھی واقف نہیں۔ فلسفۂ یورپ میں صرف باتیں ہی باتیں ہیں عملاً کچھ بھی نہیں ۔۔۔ اس کے برعکس قرآن کو ماننے اور پڑھنے والے اخلاقی قدروں کے سچے علمبردار ہیں ، گفتگو کے آداب ، کلام کی باریکیاں ، بڑوں کا ادب ، چھوٹوں پر شفقت ، انسانیت کی عزت و احترام ، نفس انسان کی عظمت و مرتبت کون سی بات ہے جو قرآن حکیم نے نہ سکھائی ہو ، صحابۂ کرام تابعین اور تبع تابعین تو خیر قرآنی اخلاق کے زندہ نمونے تھے ہی ، آج سے سو سال پہلے تک مسلمانوں میں قرآنی اخلاق کا اتنا گہرا اثر تھا کہ بڑے بڑے رؤسا اپنے بچوں کو شریف اور دیندار خاندانوں میں تربیت کے لئے بھیجا کرتے تھے ۔ نئی دہلی میں ایک بہت بڑے افسر تھے ، نہایت بلند اخلاق منکسر المزاج ، تہجد گزار ، بڑے مہذب ، بڑے شائستہ ، بڑی ٹھہری ہوئی طبیعت کے مالک ، انہیں دیکھ کر مجھے تعجب ہوتا تھا کہ اتنے بڑے افسر اور اس درجہ خاکساری ، لیکن ایک مرتبہ انہوں نے خود ہی بتایا کہ بچپن میں ان کے والدین نے انہیں حکیم اجمل خان مرحوم کے مکان پر چھوڑ دیا تھا کہ وہ ان سے اخلاق کی عملی تربیت حاصل کریں ، چنانچہ ان میں حکیم صاحب کی ساری خوبیاں موجود تھیں۔

گویا قرآن بہترین علم اخلاق ہے ، آداب مجلس ہی کو لیجئے ، ارشاد ہوتا ہے " اے ایمان والو ! اگر تمہاری مجلس میں کوئی آئے تو اس کے لئے جگہ کر دو ، اللہ تمہارے لئے جنت میں جگہ کر دے گا ۔" ۔۔۔ یہ اس لئے ارشاد ہوا کہ ہمیں کسی کو حقیر سمجھ کر مجلس میں نہ بٹھانے کی جرأت نہ ہو ، اسی طرح انسان اور انسانیت کا احترام قرآن حکیم میں اس حد تک سکھایا گیا ہے کہ اگر مجلس میں تین آدمی بیٹھے ہوں تو ان میں سے دو آدمیوں کو آپس میں سرگوشی بھی نہیں کرنی چاہئے تاکہ تیسرے کو یہ گمان نہ گذرے کہ شاید اس کے خلاف کوئی بات کی جا رہی ہے ۔ گویا قرآن اور اسلام کو کسی کی اتنی بھی دل شکنی گوارہ نہیں ۔۔۔ قرآنی اخلاق سے آراستہ ہو کر ہی عرب کے شتربان تھوڑی ہی مدت میں دنیا کے سب سے بڑے حکمران بن گئے ، دنیا کی کوئی کتاب اور کوئی تعلیم اتنی قلیل مدت میں اتنا بڑا انقلاب ۔۔۔ اخلاقی انقلاب ۔۔۔ برپا نہیں کر سکی ، کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے۔

دُر فشانی نے تیری قطروں کو دریا کر دیا　　　دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے　　　کیا نظر تھی جس نے مردوں کو بھی زندہ کر دیا

۲۳ سال کی مدت تو ہوں کی زندگی میں ایک دقیقہ کا بھی درجہ نہیں رکھتی۔ بیروت کے ایک عیسائی عالم نے اسی ہمہ گیر انقلاب کی بدولت قرآن کریم کی صداقت کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قرآن کا آسمانی کتاب ہونا برحق ہے۔ اور یہ کہ انسان کی لکھی ہوئی کوئی کتاب کبھی اتنا ہمہ گیر اور دیرپا انقلاب ہرگز ہرگز برپا نہیں کر سکتی —— جذبات کو ابھارنے کی جتنی قوت قرآن کریم میں ہے۔ اس کا کوئی تحریر مقابلہ بھی کیا کرے گی۔ ایک بار جس نے قرآن کریم کے معنوں پر غور کر لیا، اس کی دنیا ہی بدل گئی —— ایک وقت تھا جب فضیل بن عیاض ڈاکو تھے، اور ڈاکو بھی ایسے نامور کہ اعلان کر کے ڈاکہ ڈالا کرتے تھے۔ ایک رات وہ اسی نیت سے مکانوں کی چھتوں سے گذر رہے تھے کہ ایک روزن سے انہیں کچھ آواز آئی۔ انہوں نے کان روزن سے لگا دئے، گھر میں کوئی شخص قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا، آیت کا مطلب تھا —— "کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ تو اللہ کے قرآن کے آگے جھک جائے"۔ ان الفاظ میں کیا تاثیر تھی، تیر کی طرح فضیل کے دل میں اتر گئے۔ ایک دم نعرہ مارا —— "ہائے میرے اللہ" —— نہ صرف اسی وقت انہوں نے چوری سے توبہ کر لی، بلکہ اپنی ایسی اخلاقی اصلاح کی کہ آج ان کا شمار صلحائے امت میں ہوتا ہے۔

امام اصمعی کا واقعہ ہے، وہ جنگل سے گذر رہے تھے کہ ڈاکوؤں نے ان کو گھیرا اور ان کی تلاشی لینے لگے، وہ ذرا نہ گھبرائے اور ڈاکوؤں سے پوچھا "تم ایسا کام کیوں کرتے ہو" — انہوں نے کہا — "رزق کے لئے" —— آپ نے وہ آیت قرآنی تلاوت کی جس کا مفہوم ہے "اللہ تعالیٰ نے تمہارا رزق آسمانوں میں مقرر کر دیا ہے۔ وہ تمہیں مل کر رہے گا" ڈاکو اس آیت کے سنتے ہی انہیں چھوڑ کر چلے گئے —— تین سال کے بعد جب امام اصمعی خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے تو کوئی آکر زار محبت سے ان سے لپٹ گیا۔ وہ پہچان نہ سکے، اس پر اس شخص نے بتایا، آپ کو ڈاکوؤں کا وہ واقعہ یاد ہے —— میں انہیں ڈاکوؤں میں سے ایک ہوں۔" یہ تھا قرآنی انقلاب!

ہماری حالت الحمد للہ! پچھلے بیس سالوں میں ہمارے ہاں عظیم الشان مادی اور صنعتی ترقی ہوئی ہے۔ تاہم یہ امر تکلیف دہ ہے کہ اخلاقی اور روحانی طور پر ہم پہلے سے بھی گر گئے ہیں۔ طرح طرح کی اخلاقی اور روحانی بیماریاں ہم میں گھر کر چکی ہیں۔ ان تمام بیماریوں کا واحد علاج یہی ہے کہ ہم قرآن کریم کا دامن مضبوطی سے تھام لیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ پاک نے قرآن حکیم کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے ——

اللہ تعالیٰ قرآن پاک کو ہمیشہ محفوظ رکھے گا، لیکن اس نے ہمارے بچانے کا ذمہ نہیں لیا۔

اگر ہم اپنے آپ کو بچانا چاہتے ہیں، تو ہمیں چاہیئے کہ قرآن پاک کو سینوں سے لگالیں، اس صورت میں اللہ پاک قرآن حکیم کو بچائے گا، تو ساتھ ہمیں بھی بچائے گا۔

اخلاقی اصلاح کا کام ہر شخص کا اپنا فرض ہے کہ ہر کوئی قیامت میں اپنے متعلق جواب دہ ہوگا۔ اس لئے ہر ایک کو ہر وقت اس کوشش میں لگ جانا چاہیئے کہ اپنے آپ کو اخلاقی اور روحانی اعتبار سے اونچا کر دے۔

جشن نزول قرآن کی اس تقریب کا مقصد مسلمان کو قرآن کریم کی طرف بلانا ہے، اور قرآن صرف پڑھنے کیلئے نہیں بلکہ عمل کے لئے ہے۔ اگر ہم قرآنی احکام و اوامر کی پابندی کو اپنے اوپر لازم کریں تو یقیناً ہماری دنیا اور آخرت دونوں سُدھر جائیں ـــــ بعینہ اسی طرح جس طرح قرون اولیٰ کے مسلمان قرآن کریم پر عمل پیرا ہو کر دین اور دنیا دونوں میں سرفراز ہو گئے تھے ـــــ اللہ اپنے حبیب پاک کے صدقے ہمیں اپنی مقدس کتاب پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے اور آفات ارضی و سماوی سے محفوظ رکھے ـــــ آمین

صلا سے آگے

یہاں کے عمائدین نے شہر سے باہر نکل کر استقبال کیا اور شاہی کروفر کے ساتھ جلوس شہر میں وارد ہوا۔ اس پُرخطر راستے کا انتخاب اس لئے کیا تھا کہ بریلی جاکر انگریزوں کے خلاف نیا محاذ گرم کریں لیکن یہاں کی خبریں انتہائی ناسازگار تھیں۔ لہذا نیپال کا رُخ اختیار کیا اور نیاکوٹ چلی گئیں اور یہیں عسرت کی زندگی میں آخر ۱۸۷۹ء میں انتقال کیا۔ گویا اکیس سال جلاوطنی کی زندگی گزار کر اپنے اللہ سے ملاقات کی۔

حوالہ جات :- ۱؎ تاریخ اودھ حصہ پنجم ۲؎ محل خانہ شاہی ص۲۵

۳؎ لڑکیاں جو نامور ہوئیں ص۱۵۹ ۴؎ ۱۸۵۷ء کے مجاہد ص۶

۵؎ مسند نشینی کے مفصل حالات قیصر التواریخ میں موجود ہیں۔

۶؎ قیصر التواریخ جلد دوم ص۳۱۲ ۷؎ ایضاً ص۳۶۷

۸؎ لڑکیاں جو نامور ہوئیں ص۱۶۲ ۹؎ قیصر التواریخ جلد دوم ص۴۴۳ بحوالہ ۱۸۵۷ء کے مجاہد